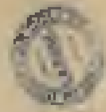
سالانہ قیمت تین روپیہ علاوہ محصول ڈاک

رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۹



جملہ خط و کتابت و ترسیل زر
بنام مینیجر صاحب ہونا چاہیے
اور مضامین و اشتہارات وغیرہ
بنام [illegible]
ارسال [illegible]

[illegible] صاحب [illegible]
[illegible] صاحب
[illegible] لاہور
[illegible] صاحب
[illegible] لاہور [illegible]

نورافشان

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے۔

جلد [illegible] | ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے ۲۴ نومبر ۱۹۲۲ء | نمبر [illegible]

رباعی

[illegible]

نصیر

رباعی

[illegible]

نصیر

غزل

[illegible]

كليسيائى ترقى كيونكر ہو

[illegible]

مراد ہو۔ صرف اُس کے اوصاف کو جان لینا ہو کہ اس عمارت کے معماروں میں کیسے اوصاف ہونے چاہئیں مثلاً پیمائش کا خط اور [illegible] سے تو آمیت [illegible] اگر یہ اوصاف اُس میں ہونگے وہ قابل معمار ہے اور اس روحانی کلیسیا کو عمدہ طور پر بنائیگا۔ اپنی خیرخواہی محبت و الفت محنت و مشقت ہمدردی و ملنساری سے پیار کا مصالحہ لگا کر دستِ شفقت سے اُٹھا اُٹھا کر جوڑتا اور روز بروز ترقی کرتا چلا جاویگا اور عمارت بنتی چلی جائیگی۔ لیکن اگر کاریگر غافل ہو اور سامان اچھا نہ ہو تو عمارت کی ترقی ہرگز نہ ہوگی۔ آپ جانتے ہیں کہ یہاں سامان سے مراد ممبران کلیسیا ہیں۔ انہیں بھی اچھا ہونا چاہئے یعنی نیک۔ وفادار۔ خدا پرست۔ ایمان میں پختہ خداوند یسوع کی محبت میں سرگرم اپنے اوروں کے تابعدار اور فرمانبردار۔ پولس رسول کا خط رومیوں کو اُس کا ۱۲ باب شروع سے اخیر تک ملاحظہ کیجئے تو ظاہر ہوگا کہ کلیسیا کے ممبر کو کیسا ہونا چاہئے۔ اگر دونوں میں یہ اوصاف ہونگے جو بیان ہو چکے ہیں تو ضرور کلیسیا کی ترقی ہوگی۔ ورنہ مشکل ہے۔ یہ جو کام چلتا ہے اور چل رہا ہے۔

خداوند اپنا فضل و کرم کرے کہ ہر شخص اپنے اپنے فرائض کو جانیں اور اُن کو ادا کرنے کے لئے مستعد ہو کر روح پاک کی مدد حاصل کر کے ایسی کوشش کریں کہ مسیح کی کلیسیا عمدہ طور پر بنتی چلی جاوے اور اُس کے پاک نام کی بزرگی ہو۔ آمین۔ فقط

جی۔ ایس شمیم از گوہانہ ضلع رہتک۔

موضع [illegible] ضلع امرتسر کی مسجد ٹوٹ پھوٹ گئی تھی۔ مسلمان اُس کو بنانے لگے تو سکھوں نے مزاحمت کر کے مسلمانوں کو روک دیا۔ مسلمانوں نے دیوانی میں دعوےٰ کر کے سکھوں کے برخلاف ڈگری حاصل کی ۲۰ اکتوبر کو وہ مسجد بنانے لگے تو سکھوں نے [illegible] حملہ کر کے مسجد کا کچھ حصہ گرا دیا۔ پولیس میں رپورٹ کرنے پر پولیس نے ۳۰ سکھوں کو گرفتار کر لیا۔

انسان

از معلقات علی فاضل مشہو

گندم از گندم بروید جو ز جو

خداوند کریم نے انسان کو کوئی ایسی مشین نہیں بنایا کہ جس طرف چاہے چلا چلے اور نہ ہی کوئی ایسا انجن ہے کہ دن رات اِدھر اُدھر تیار ہے بلکہ ماسوا اس کے انسان تمام حیوانات و جمادات کا مالک و مختار اور سب سے ممتاز ہے یہی وجہ ہے کہ اُسے اشرف المخلوقات کے اعلےٰ اور مبارک نام سے نامزد کرتے ہیں علاوہ ازیں [illegible] خیر اور کرو رہے [illegible] جو اس کے احکام کو بسر و چشم بجا لاتے ہیں۔ اس سے میرا منشا یہ ہے کہ انسان اگرچہ جسمانی طور سے ان حیوانات سے کمزور ہی کیوں نہ ہو تاہم اُن پر حکومت کر سکتا ہے بلکہ کل سب پر حاکم ہے۔ اس میں عقل و نطق کی صفت ایسی لگی ہے کہ انسان کو بالفاظ دیگر خود [illegible] ذمہ داریوں کا مخزن کہتے جاتے ہیں۔ اس لئے جو شخص اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو درست طریقہ سے بجا نہیں لاتے وہ انسان کہلانے کے مستحق نہیں کیونکہ یہ ظاہری صورت ہی انسان کہلانے کی مستحق نہیں۔ بلکہ اگر وہ ان صفات سے بے بہرہ ہے تو حیوان مطلق کہلاتا ہے یہی وجہ ہے کہ پاگل اور از خود رفتہ انسانوں کو حیوان کہہ کر انسانوں کی جماعت سے علیحدہ کیا جاتا ہے اور عام مجالس [illegible] کو مقید کرتے ہیں۔ غالب مرحوم نے کیا عمدہ تعریف کی ہے ؎

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا۔

اُستاد مرحوم کا خیال وہی ہے جو میں نے اوپر تحریر کیا ہو یعنی انسان کو انسانیت میں جانا ایک کھیل نہیں اور ہر ایک آدمی کو انسان ہونا آسان نہیں۔ انسان تو وہی ہے جو اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے بہرہ ور ہو۔ اور نیک نیتی سے اُن کو انجام دیتا ہو۔ انسان اگرچہ اشرف ہے سب پر حکمران ہے تاہم وہ مختار مطلق نہیں۔ وہ آزاد تو ہے تاہم وہ کلی طور پر آزاد نہیں۔ اس لئے وہ ہر امر میں خدائے کریم کی خلاف نشا نہیں کر سکتا۔ اگرچہ ظاہراً انسان ہر ایک کام کو بُرا یا نیک کر سکتا ہے مگر بعض اوقات وہ ایسا مجبور ہو جاتا ہے کہ اُس کی جد و جہد کچھ مفید نہیں۔ تو اس وقت وہ اس شطرنج کی مانند ہوتا ہے جس کی کل کھلاڑی کے ہاتھ میں ہو۔ لیکن علاوہ اس خود مختاری کے چند امور ایسے ہیں جن سے ہماری بیدار مغزی اور ہوشیاری کے باوجود ہماری زندگیوں میں انقلاب آتا ہے۔ مثلاً حیات و ممات۔ میں یہی کہونگا کہ ایسے واقعات خدا کی مرضی کے مطابق ظہور پذیر ہوتے ہیں اور یہاں آ کر ہم قسمت یعنی تقدیر کے قائل ہوتے ہیں۔ پولوس رسول کا [illegible] مشیت ایزدی تھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی زندگی جس کام کے واسطے مخصوص تھی ختم ہوئی۔ وہ بحیثیت ایک انسان کے فاعل مختار تھا۔ اگر چاہتا تو گرفتار کرنیوالوں کو فرشتوں سے ہلاک کر دیتا۔ مگر نہیں کیا۔ ایسے موقع میں اس بندۂ خدا اور کاملیت پر پہنچے ہوئے انسان نے یہی کہا تھا ہم تیری مرضی پوری ہو۔ اگرچہ اُس نے یہ بھی کہا۔ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے تاہم جیسا میں چاہتا ہوں ویسا نہیں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے ویسا ہی ہو۔ دیکھیں یہاں اختیار خدا کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے وہ یہ گھڑی ہرگز اپنے سے نہیں ٹال سکتا تھا بجز رضائے خدا اپنے باپ کے۔ تو آپ جواب دیجئے کہ مسیح کی زندگی کا مالک کون تھا۔ اس وقت مجھے مسئلہ تثلیث سے سروکار نہیں۔ آپ یسوع مسیح کو بحیثیت ایک انسان کے دیکھیں جو جو کی پیشینگوئیاں عین درست ثابت ہوئیں۔ مسیح علیہ السلام خود کہتا ہے۔ ابن آدم تو جیسا اُس کے حق میں لکھا ہے جاتا ہے۔ یعنی اس کی زندگی پیشتر سے اسی کام کے لئے تیار شدہ تھی (دیکھو متی [illegible]

نور افشاں

مطبوعہ ۱۴ نومبر ۱۹۲۴ء

حل الاشکال

صلیب پر یسوع مسیح کی وفات

پھر وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ پر بھی غور فرماؤ جیسا ہمارے علمائے کرام نے وما قتلوہ وما صلبوہ کی طرح تم الزام لگا رکھا ہے ہر ایک مضروب ان کلمات کی تشریح کرنے لگتا ہے قرآن کے معانی و مطالب اپنے عقیدے کے موافق بنا لیتا ہے۔ پس حق پسند ناظرین سوچیں کہ اس آیت میں یہود کے سوا اور کوئی دوسرا فریق مخاطب نہیں ہو۔ اس میں یہود کے اختلاف کرنے اور یہود کے یسوع مسیح کی بابت شک میں پڑنے کا ذکر ہے۔ ان کے اختلاف اور شک میں پڑنے پر مالھم بہ من علم الا اتباع الظن کا اطلاق ہوا ہے۔ اب اس بات کی تفہیم آیات قرآنی سے دریافت کر لینا کوئی بھی مشکل بات نہیں ہے۔

یسوع مسیح کی تصلیب کے ساتھ کئی اور واقعات وابستہ تھے۔ صلیب کے بعد اس کا دفن کیا جانا اور تیسرے دن زندہ ہونا۔ اس کا رفع الی السماء وغیرہ تمام یقینی ہو چکی تھیں۔ جو حضرت محمد کے وقت کی تمام مسیحی دنیا مان رہی تھی۔ خود حضرت محمد ان کا یقین کرتے تھے کہ یہود کو مسیح کو مقتول و مصلوب کرنے کے سوا باقی تمام باتوں کی طرف سے شک اور اختلاف بلکہ انکار تھا قرآن شریف کی دولت اسی اختلاف پہ ہے وہ بھی اس فیصلہ کے ساتھ کہ یہود کو اس امر مذکور کا علم ہی نہیں ہے۔ وہ تو صرف اپنے گمانوں کی پیروی کرتے ہیں مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ۔ اس کے بعد کلام کا دوسرا حصہ آتا ہے جس میں یہود کے قاتل و صالب ہونے کی دوبارہ نفی کی گئی ہے۔ بلکہ اس کے آسمان پر جانے اور زندہ رہ جانے پر بھی دلالت آئی ہے۔ قرآن عربی کا یہ کلام مرزا صاحب کی بعثت کا سدباب کرنے کے لئے کافی زور رکھتا ہے۔ ولکن شبہ لہم میں مرزا صاحب کی بعثت کا مطلق ثبوت نہیں نکل سکتے۔ بزبان قرآن یسوع مسیح کو صلیب پر شبہ مقتول و مصلوب کرکے نہ صرف مرزا صاحب یسوع مسیح کو مرنے سے نہیں بچا سکتا بلکہ خود صاحب کا خدا بھی نہیں بچا سکتا ہے۔

اس بات میں شبہ نہیں کہ مرزا صاحب نے بزبان قرآن عربی یسوع مسیح کو صلیب پر شبہ مقتول و مصلوب کرکے کئی صورت سے ہاتھ پیلے کریں سے ظاہر ہو کہ صلیب پر شبہ مقتول و مصلوب یسوع مسیح مرا نہ تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ فرماتے ہیں مسیح کا تین گھنٹے صلیب پر رہنا (صفحہ ۹) دوسری دفعہ تین گھنٹے کے اندر صلیب سے اتارنا (ملاحظہ ازالہ صفحہ ۳۰۰) پھر فرمایا دو گھنٹے سے بھی کم صلیب پر رکھا صفحہ ۹۔ آخر میں گھنٹوں کا شمار اڑا کر صرف تھوڑے سے عرصہ پر کفایت کی۔ صفحہ ۱۰۲۔

(۲) صلیبی موت کی بابت مرزا صاحب لکھتے گئے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا ۔ ۔ ۔ ۔ بلکہ غشی کی حالت ہو گئی تھی۔ جو مرنے سے مشابہ تھی صفحہ ۱۰۔ یہودیوں نے مسیح کو غشی میں دیکھ کر سمجھ لیا کہ فوت ہو گیا۔ صفحہ ۳۹ سکتہ یا غشی کی حالت در حقیقت موت میں امتیاز کرنا اس قدر مشکل امر ہے کہ اس زمانہ کا ایک ڈاکٹر بھی غلطی کھا سکتا تھا۔ صفحہ ۳۹۔ تمام واقعات خدا نے ایسے ہی ایک ہی دفعہ پیدا کر دیئے تاکہ مسیح کی جان بچ جاوے۔ ان کے علاوہ مسیح کو غشی کی حالت میں کر دیا کہ ہر ایک مردہ معلوم ہو صفحہ ۲۳۳ فرشتہ عیسوی صفحہ ۱۰۳-۱۰۴ اگر سوچا جاوے کہ مرزا صاحب کی ان واہی اور بیہودہ من ترانیوں کی کون پروا کر سکتا تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب کا جلد موسوم تاویلات آپ کے دجل و فریب کو اہل علم پہ زیادہ واضح کرتی گئیں۔ جس کا آخری نتیجہ سب کو معلوم ہی ہے مختصر یہ کہ بزبان قرآن یسوع مسیح کو صلیب پر شبہ مقتول و مصلوب کرکے مرزا صاحب ایڑی سے چوٹی تک زور لگا چکے خواہ کریں کہ آپ صلیب پر مرے نہ تھے پر ذکر کئے گئے اپنے اقوال مختلف سے اپنے دعوے کو آپ ہی رد کرتے رہے۔

مرزا صاحب کے بیان پر غور فرمائیے۔ آپ یسوع مسیح کو تین گھنٹے۔ دو گھنٹے۔ تھوڑی دیر صلیب پر رکھ کر شبہ مقتول و مصلوب کرتے ہیں۔ وقت کا تعین نہ قرآنی ہے نہ انجیلی ہے۔ پھر اسی عرصہ میں یسوع مسیح کو غشی کی حالت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ پھر اس غشی کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ سکتہ یا غشی کی حالت در حقیقت موت میں امتیاز کرنا اس قدر مشکل امر ہے کہ اس زمانہ کا ایک ڈاکٹر بھی غلطی کھا سکتا تھا۔ اس پر بھی آپ قناعت نہیں کرتے بلکہ خدا کو بلاتے ہیں کہ اس نے تمام واقعات کو ایک ہی دفعہ پیدا کر دیا کہ وہ ہر ایک کو مردہ معلوم ہو۔ ان تمام حالات واقعات کے وقوع کی وجہ بتلاتے ہیں کہ مسیح کی جان بچ جاوے۔ مگر جب یسوع مسیح کے جملہ دشمن اور دوست آئے خدا کے منشا کے موافق صلیب پر مردہ یقین کر چکے ہیں تو مرزا صاحب پھر بول اٹھتے ہیں کہ یسوع مسیح صلیب پر اصل مرا نہ تھا۔ بلکہ شبہ بالمرگ ہو گیا تھا۔ مرزائی دوستو شبہ بالمرگ ہونے کا نام ہی مرنا ہے آخر اس بات کا یقین نہیں آتا تو کسی مرزائی کو اس کے دشمنوں کے ہاتھ سے شبہ بالمرگ کرا کے پھر دکھاؤ کہ وہ مرزائی کیسے بالکل نہیں مرتا ہے؟۔

نور افشاں کے نامہ نگاران کی خدمت میں التماس ہے کہ مضمون لکھتے وقت کاغذ کے صرف ایک طرف لکھیں۔

گناہوں کی معافی

گزشتہ سے پیوستہ

محبت کا حصہ۔ مسیح نے گناہ معاف کرنا مشکل معلوم کیا۔ اس لئے ہیں کہ وہ لوگوں سے محبت رکھتا تھا۔ شاید آپ کہیں گے کہ محبت رکھنا ہی معافی کو آسان بنانے کی دلیل ہے۔ نہیں یہ درست نہیں جب آپ کسی سے حد درجہ کی محبت رکھیں اور اس کے گناہ دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہوں تو پھر معافی دینا ایک آسان بات نہیں ہے۔ گناہ دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ آج تک کسی آدمی نے اپنے گرد ایسی محکم اور بلند دیوار کھڑی نہیں کی کہ اس کے گناہوں کا اثر دوسروں تک نہ پہنچے۔ اب اگر آپ لوگوں سے محبت رکھتے ہیں تو پھر معافی دینا نہایت دشوار ہوگا۔ یوسف کی کہانی پر ذرا غور کریں جیسا بائبل میں درج ہے کہ بھائیوں نے اسے کنوئیں میں ڈالا۔ پھر نکال کر ایک مدیانی قافلہ کے ہاتھوں غلامی میں بیچ ڈالا۔ اس کے کرتے کو خون آلود کر کے یعقوب کے پاس لے گئے اور کہا کہ اسے کوئی جنگلی جانور کھا گیا ہے۔ اب فرض کیجئے کہ ان کا ضمیر انہیں قائل کرتا وہ پچھتاتے اور سنجیدگی سے اپنے باپ کے پاس جا کر معافی طلب کرتے۔ اس وقت عمر رسیدہ اور غمزدہ باپ کے دل میں کیا سوال پیدا ہوگا؟ یہ کہ یوسف کہاں ہے؟ اس کو کیا ہوا؟ تم مجھ سے معافی مانگتے ہو۔ پہلے یوسف کا حال بیان کرو۔ جب تک مجھے یوسف کا حال معلوم نہ ہو میں تمہیں کیسے معاف کر سکتا ہوں۔ شاید وہ ابھی کسی دور دراز ملک میں غلام ہے۔ باپ کے لئے گناہ معاف کرنا بہت مشکل تھا کیونکہ وہ گناہ کے شکار ہوئے ہوئے سے محبت رکھتا تھا۔

ناقابل تلافی نقصان۔ گناہ ایک ناقابل تلافی نقصان کرتا ہے ہم میں سے کوئی بھی اس اصول سے انکار نہیں کر سکتا۔ خواہ ہمارے گناہ کسی قدر ہی کیوں نہ ہوں ہماری دیرپا بے ایمانیاں ہیں دوسروں کی زندگیوں کو برباد کرتی ہیں۔ کوئی گناہ گنہگار کی اپنی ذات تک ہی محدود نہیں رہتا۔ اس زندگی میں اس سے گریز نہیں کہ گناہ ہے اور سزا بھی ہے۔ ایک مرتبہ لکھتا ہے کہ گناہ بغیر چوٹ کے ایسا ہی مشکل ہے جیسے سوئی کے ایک سرے پر ضربت لگتی ہے جس سے فوق قوت کچھ دوسرے سرے پر ہوتی ہے۔ خداوند کے انصاف کی سوئی کو کبھی کسی نے درہم برہم نہیں کیا۔ ناممکن ہے کہ گناہ ہو مگر سزا نہ ہو۔ ہم میں سے کون اس کو معمولی اور ہلکی بات کہیگا جب ہم اس کے روبرو آئیں جس کا شانہ گناہ کی سختی سے پھٹ جاتا ہے۔ جس نے گناہ کی اہمیت کی آخری حد کو محسوس کیا ہو۔ اس کے جھکتے تاثیرات سے بیش از بیش نفرت کی اور اس پر بھی گناہ کو معاف کیا۔ تو ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ فی الواقع یہ ایک معجزہ ہے کہ اس نے معافی کو اس خوبی و عمدگی سے نبھایا۔ کہ میرا کوئی گناہ اس کے فضل کی پہنچ سے باہر نہیں۔ یہی تو انجیل کے اوراق اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ گری ہوئی انسانی زندگیاں دوبارہ بحال ہوتی ہیں۔ یہ ایک عجیب خوشخبری ہے۔ خدا بے شک رحیم ہی ہے۔ وہ معاف کرتا ہے لیکن وہ گناہ کو ایک معمولی بات نہیں جانتا۔ اس لئے معاف کرنا آسان نہیں۔

معافی اور معافی یافتہ لوگ۔ ایک اور وجہ ہے کہ مسیح کیوں معافی دینا ایک مشکل بات محسوس کرتا ہے معافی پانا ایک بڑا ہی پر درد تجربہ ہے۔ شاید آپ کو خیال ہوگا کہ واہ! معافی ایک مسرت بخش تجربہ ہے۔ اگر آپ خندہ روئی سے کہتے ہیں تو یقین جانئے کہ آپ کو معافی نہیں ملی۔ کسی کو ایذا پہنچانا۔ اس سے بے خبر ہو جانا۔ اس کا اعتبار کھو دینا۔ اپنی ذات سے نادم ہونا اور پھر معافی کی بخشش سے اپنے ٹوٹے تعلقات کو بحال کرانا اور کھویا ہوا اعتبار بحال ہونا بڑی سے بڑی ذلت ہے جو کسی خود دار آدمی کو نصیب ہو سکے۔ اگر گناہ سے خلاصی پانے کا کوئی اور طریقہ ہوتا تو اس کی ہم تلاش کرتے۔ گناہ کا ایک اثر ہے۔ یہ نہایت ضروری ہے۔ معافی گناہ کے اس اثر کو مٹا نہیں سکتی۔ وہ مسرف بیٹا پھر بھی کسی دور دراز ملک میں رہتا ہوگا۔ گناہ کی یادداشت باقی رہتی ہے۔ معافی گناہ کے تمام نتائج کو زائل نہیں کرتی۔ گناہ بطور بڑے گنبد کے ہے جو ہماری برائی کو ہمیشہ ہمارے سامنے رکھتا ہے۔ معافی ایک نہایت ضروری کام جو کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے شخصی تعلقات کو جو قطع ہو گئے تھے بحال کرتی ہے اور اس بحالی میں زیادہ لطف اور رونق پیدا کرتی ہے کیونکہ محبت کے خوابیدہ جذبات بیدار ہو جاتے ہیں اور اس پر احسان کا تازیانہ لگتا ہے۔ اس سے مسرف بیٹے کو موقع ملتا ہے کہ اپنے باپ کے گھر میں اور اس کی صحبت میں اپنے معاملہ کی صفائی کرے۔ لیکن گناہ کر کے گر جانا اور پھر معافی کے ذریعہ سے بحال ہونا ایک نہایت ہی پریشان کرنے والا تجربہ ہے۔ کیا مسیحیت کے یہ معنی نہیں ہیں جبکہ معافی اور صلیب کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا گیا ہے۔ آپ کی کفارہ کی خواہ کچھ ہی تفسیر ہو مجھے یقین ہے کہ کفارہ کے مختلف نظریوں کی کوشش یہ ہو کہ تاریخ عالم میں ایک واقعہ ظاہر ہوئے کچھ عرصہ بچے اور پھر غائب ہو گئے۔ صلیب کا ایک ہی پیغام ہے یعنی خدا گناہ کو معاف کر دیتا آسان بات معلوم نہیں کرتا اس کی گراں قیمت لگتی ہے۔ تجربہ ہمیں یہی سکھاتا ہے۔ اگر آپ اپنی بیوی کا کوئی بڑا قصور کریں پھر اس سے معافی مانگیں اور وہ بہت بے نیازی سے یہ کہہ دے کہ جانے دو یہ تو معمولی سی بات ہوئی ہے یہ دراصل حل نہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی بیوی کو آپ کے کاموں کی مطلق پروا نہیں۔ ایسی حالت میں دو باتوں کی ضرورت ہوتی ہے محبت جو کہ اتنی بلند پایہ گہری اور وفادار ہو کہ معافی دینا اس کے لئے ممکن ہو سکے اور ساتھ ہی ساتھ ایسا چال چلن اور وہ اعتبار کو



جو گناہ سے قطعی نفرت کرے۔ ایسوں کے لئے معافی
دینا نہایت ہی مشکل کام ہوتا ہے۔ کیا خدا میں یہ ستاری
اور محبت کچھ کم ہوگی! جہاں انجیل میں گناہوں کی معافی
کی دعوت دی گئی ہے۔ وہاں گناہ سے چشم پوشی نہیں
کی گئی بلکہ صلیب کے پاس بلایا گیا ہے۔ صلیب کا یہ
پیغام ہے کہ معافی بغیر دام دیئے ہو نہیں سکتی ہے۔ معافی
محبت کو ہمارے عوض اور اُس کی شفقت کو ہمارے
گناہوں کے زیر بار کرتی ہے۔ اس اپنے بیٹے کو معاف
کرے یا خدا اپنے بندوں کو یہ کوئی بات ایک معاملہ ہے۔

معافی کی ضرورت ۔ اب پچھلے بیانوں سے ہم
ایک ضروری نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ یعنی جب تک کسی شخص کا گناہ
اس دل میں سے نہ گذرے وہ اس میں موجود ہے
اگر آپ کا گناہ معاف نہیں ہوا تو وہ بطور گناہ آپ میں
موجود ہے۔ انسانی زندگی میں یہ سب سے سنجیدہ حقیقت
ہے۔ یہ میں اس لئے نہیں کہتا ہوں کیونکہ میں مبشر ہوں
یا مسیحیت کا یہ عقیدہ ہے یا مذہب کا رکن ہے۔ بلکہ تاریخ
عالم اس کی گواہ اور دنیا کا علم ادب اس کا شاہد ہے۔
گناہ جب تک معاف نہ ہو کانٹے کی طرح موجود ہے اور
اس سے خلاصی پانے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے۔ توبہ
اقرار۔ تلافی اور معافی۔ آپ اپنے گریبان میں منہ
ڈالئے آپ دیکھیں گے کہ اگر آپ کا گناہ معاف نہیں ہوا
تو وہ بطور گناہ آپ میں موجود ہے ضمیر کیسی عجیب چیز
ہمیں دی گئی ہے۔ سوچتی ہے یہ کام کرو اور وہ کرو یہ
ایک جلالی چیز ہے۔ ایک چھوٹے لڑکے سے اُس کی ماں
نے پوچھا کہ ضمیر کیا ہے۔ اُس نے کہا میرے اندر ایک
ایسی چیز ہے جس سے کچھ کرنا چاہتا ہوں مگر نہیں کرسکتا۔
ہماری زندگیوں میں ایسے شاہد گذرے ہیں یہ
ہمارے اندر ہے جس سے ہم کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ مگر
نہیں کرسکتے۔

ضمیر تھا ضمیر کے ساتھ اپنی آخری کشمکش کو
یاد کیجئے۔ کچھ عرصہ ہوا کہ میں آپے سے باہر ہوگیا تھا۔
اور غصے میں ایک اجنبی سے ایسی بات کہہ دی تھی
جو نہ کہنی چاہئے تھی۔ وہ ایک جلسہ میں ملا تھا۔ اجنبی تھا
ذرا آ وہاں سے چلا گیا۔ اب کہا ہوا لفظ مجھے واپس
مل نہیں سکتا۔ میں نے کوشش کی کہ اپنے ضمیر کو اس
معاملہ میں دباؤں۔ ضمیر نے کہا تم پر لعنت ہو۔ ایسے
وقت پر انسان سبز کھیتوں بہتے پانی کے چشموں اور
دیگر چیزوں کی طرف توجہ لگاتا ہے چاہتا ہے۔ کہ
بھلا دوں۔ وہ اپنے چہرے کو سنجیدہ بناتا ہے اور ضمیر کی
آواز کو دباتا ہے۔ مگر سب کچھ بے سود ضمیر کہے جاتا ہے تم
پر لعنت ہو۔ تم بزدل ہو۔ اگر انسان اقرار کرے کہ
میں ضمیر کے آوازوں سے ڈرتا ہوں۔ کیونکہ میں بیدار
ضمیر کی مدد سے زندگی میں یہ ایک ہیبت ناک تجربہ ہو
صاف ضمیر والا شخص خواہ جیل خانے میں چلا جائے
اُسے اطمینان اور آرام ملتا ہے۔ لیکن ناصاف
ضمیر والا خواہ جیل خانے سے باہر ہی ہو اور دوستوں اور
مہربانوں سے مسرور ہو پھر بھی خستہ حال اور پُر ملال رہیگا
کیونکہ اس کے اندر ایک ایسی چیز ہے جس کے ساتھ
وہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر کر نہیں سکتا۔

کوئی واعظ کلیسیا کی دبی ہوئی ضمیر اور اُس کے
پوشیدہ گناہوں کو دیکھ کر چپ نہیں بیٹھ رہتا ہماری
ضرورتیں گوناگوں ہیں۔ لیکن شاید سب سے بڑی ضرورت
گناہوں کی معافی کی ہے۔ مرہا گھر کا اس سے بہتر
کیا استعمال ہوسکتا ہے کہ ہم پوشیدہ مقامات کی
تلاش کریں۔ اپنے چھپے ہوئے گناہوں کو کھو دیں اور
ان تاریک چیزوں کو روشنی میں لائیں۔ گناہ کی معافی
کا اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ تاریخ
عالم میں کوئی دوسرا طریقہ معلوم نہیں ہوا۔ توبہ۔ اقرار۔
تلافی اور معافی۔ باوجود ان تمام مشکلات کے مسیح منتظر
کھڑا کہتے جاتے ہیں گناہ معاف ہوئے۔ (جلال الدین سرجیکل ٹیچنگ
[illegible] سیالکوٹ)

ہندو اور آریہ

تمہید

آریہ سماج جہاں تمام غیر ہندو مذاہب کو باطل مانتی
ہے۔ وہاں وہ سوائے آریہ سماج کے باقی تمام مذاہب ہندو
سمپردائے اور فرقوں کو بھی بڑے زور شور سے تردید کرتی
ہے۔ ایک طالب حق کے لئے ضروری ہے کہ وہ سب سے
اول یہ معلوم کرے کہ آریہ سماج کی وہ خاص خوبیاں
کیا ہیں۔ جو ہندوؤں کے کسی دوسرے فرقہ میں پائی نہیں
جاتیں۔ غیر ہندو مذاہب تو محض ویدوں کے منکر ہونے
کی وجہ سے آریہ سماج کے نزدیک یکسر غلط جھوٹے ہیں
مگر ایک شخص کے لئے جو آریہ سماج کی تحقیق و تفتیش
کرنا چاہے سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ ویدوں کو
ماننے والے تمام سمپردائے اور مت کیوں جھوٹے ہیں؟
اور صرف آریہ سماج صداقت کے دعوے میں کیسے
صادق ہے! اس لئے نہایت ضروری ہے کہ ہندوؤں
اور آریاؤں کے درمیان جو امتیازات خصوصیہ ہیں
ان پر بحث کی جائے تاکہ آریہ سماج کے دعاوی کا
امتحان کیا جاسکے۔

پنڈت دیانند اور ہندو دھرم

پرانی وغیرہ ویدوں کے خلاف اجب بانی آریہ سماج پیدا
ہوئے تو ہندو دھرم کی یہ حالت تھی کہ وہ بیشمار مختلف اور
متضاد عقائد و روایات کا ایک مجموعہ تھا اور کوئی بھی
ایسا مشترکہ عقیدہ ان سب میں نہ تھا جس پر سب کا
اتفاق ہو۔ مہابھارت کا جنگ عظیم ویدوں کے رواج
کی عدم موجودگی کے باعث بنا۔ ان کی اشاعت بند
ہو جانے سے جہالت کی تاریکی زمین پر چھا گئی۔ لوگ
توہمات میں پڑ گئے جس کے دل میں جیسا آیا اُس نے
ویسا ہی من مانا مذہب چلایا۔ ویدوں کے خلاف ان
تمام مذاہب میں جاننے جیسی کے پیرو ہیں۔ یعنی پرانی

جیسی پرانی (قرآنی) کے مذہب سب مذاہب کی بنا ہیں (ستیارتھ پرکاش باب اول صفحہ ۴۰۴)۔

ویدوں میں ایزادیاں | نہال سنگھ صاحب کہتے ہیں کہ سائن دھرم زمانہ حال کے یورپین پنڈتوں نے پران کی کتھاؤں کو جو ان کے ذہن میں سمائی ہوئی تھیں جگہ جگہ ویدوں میں داخل کر دیا ہے ..... جس دھرم نے اپنے وام مارگی اعتقاد کے مطابق جو ویدوں کے منتروں کا ترجمہ کیا ہے وہ اس قدر ناشائستہ ہے کہ ہمیں بھی اس کو اردو زبان میں لکھنے سے عار آئی۔ اس کا ترجمہ سوامی جی نے تفسیر نمبر ۱ کی ضرورت پر بحث کے مضمون میں دیا ہے۔ ہم نے اس مقام پر بھی دھرم کی سنسکرت تفسیر کو فارسی زبان میں ترجمہ کیا ہے اگر اس میں

شدہ مدہ میں [illegible] | کوئی شرمناک بات ہے تو اس کے ذمہ وار ہندو لوگ ہیں نہ کہ آریہ۔ کیونکہ مہی دھر ہندو مذہب کا بانی ہے وغیرہ (دیباچہ رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا۔ نہال سنگھ صفحہ ۲)

ہندو مذہب ویدوں پر مبنی نہیں | مندرجہ بالا ہر دو حوالجات سے ظاہر ہے کہ سوامی دیانند جی پرانی اور جینی مذاہب کو ویدوں کے خلاف مانتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو وید کے خلاف ہے وہ ادھرم ہے۔ (بحوالہ سوامی جی کے عقائد اور آریہ ادیش رتن مالا) اور مترجم صاحب رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا مہی دھر کی شرمناک تفسیر وید کو محض اس لئے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں کہ وہ ہندو مذہب کا حامی ہے۔ پس آریہ سماج کے دعویٰ سے ثابت ہو چکا کہ ہندو مذہب ہرگز ہرگز آریہ دھرم نہیں ہے۔ اس کی تفصیل دیکھئے آریہ مسافر صفحہ ۲۰۲ سے ۳۰۰ تک۔ جسے طوالت ہونے کے باعث درج اخبار نہیں کرتے ہیں۔

ویدوں کے معدوم ہونے سے ہندو دھرم کی حالت

اور سنئے | الغرض حوالہ تقلید کرنے کے بعد ہمارا منشا تھا کہ آگے بڑھیں۔ مگر اس دعوے کو ثابت سے زیادہ مستحکم و مضبوط بنانے کے لئے ایک اور حوالہ نقل کرتے ہیں۔ تاکہ کسی آریہ سماجی کو بھی یہ کہنے کی جرأت نہ ہو کہ آریہ بھی ہندو ہیں۔ کیونکہ نہ صرف پنڈت دیانند صاحب نے پرانی مت اور جینی مت کو خلاف وید بتایا ہے۔ بلکہ ستیارتھ پرکاش میں ان مذاہب کی زبردست تردید بھی کی ہے۔ جو پنڈت جی نے محض ہمارے دعوے کی صداقت کو ثابت کرنے کی خاطر ہی لکھی تھی ہم اس تمام کا خلاصہ پنڈت لیکھرام صاحب کی زبانی بیان کر دیتے ہیں۔ مندرجہ ذیل فہرست ملاحظہ ہو۔

پرانوں کے توہمات | بام مارگ کے غلبہ اور **پورانوں کے فتور** کے سبب وسعت سے لوگوں نے تمام قسم کے **توہمات ویدوں کے ذمے** لگانے شروع کئے۔ دیوتاؤں کی قربانیاں اور بتوں کی خوشنمائیاں بھی لوگ **ویدوں سے منسوب کرنے لگے**۔ جب دھرم اور سائنس اجاڑ دیئے بام مارگیوں نے سب ہر قسم کے کلنک ویدوں کو لگانے اور کوشش کی کہ ان کی مکروہ تعلیم وید وکت تسلیم کی جائے۔ جھوٹی کہانیاں بنا انہیں ویدوں سے ثبوت پہنچانا اور دت کتھائیں رچکر وید رنیت ظاہر کرنا سخت اور [illegible] مگر ناستک لوگ بالکل دب گئے اور [illegible] (۱) [illegible] (۲) [illegible] چاند کی کہانی (۳) برہما اور سرسوتی کی کتھا (۴) [illegible]

باطلوں کی فہرست | برہما سر کا جنگ (۴) [illegible] (۵) [illegible] کا تیس دیوتاؤں میں ناچنا (۶) سب ہر قسم کے تیرتھ (۷) جگت دیوتا اور عناصر پرستی (۸) گیا شراد کرنا (۹) عورتوں کا ستی ہونا (۹) دختر کشی (۱۰) انسان کی قربانی (۱۱) گئو مانس [illegible] یہ سب باتیں بیچارے **ویدوں کے ہی منتروں** سے کرتے اور کراتے تھے اور یہاں پیش کیا کرتے تھے۔ بلکہ [illegible] اور بالہ کا [illegible] سرگ ویدوں کے ہی پرمان [illegible] ثابت ہوتا تھا۔ ہم کہاں تک حال بیان کریں۔ اور اس ماتم کہانی کو کتنا دراز کریں۔

ویدوں کا دھرم بالکل معدوم | سچ تو یہ ہے کہ ویدوں کی تعلیم بالکل کھو چکی۔ ویدوں کا منشاء ویدوں کی توحید ویدوں کی بھلائی اور **ویدوں کا دھرم بالکل معدوم** ہو چکا تھا۔ ویدک جہاز کے کپتان درحقیقت ناخدا اور ناستک ہو گئے تھے۔ اگر اس سنسکرتی سوامی دیانند جی جیسا ادیوگ نہ کرتے اور محنت شاقہ اٹھا کر وید وکت تعلیم نہ پھیلاتے تو یہ پادری صاحبان کیا کسی کو باقی چھوڑتے۔ وغیرہ وغیرہ (کلیات آریہ مسافر صفحہ ۲۷۹ و ۲۸۰)

نتیجہ

لطف کی بات ہے کہ پنڈت لیکھرام صاحب پرانی پر اپنے غصہ کا اظہار کرتے ہوئے خود ہی نتیجہ بیں بیان

ہندوؤں کی ردی اور بدتری حالت | کرتے ہیں کہ گویا ان کے **حسب حال کسی دانا نے فرمایا ہے** ع

تن شدہ جملہ داغ داغ پنبہ کجا کجا نہم

نتیجہ ارباب دانش و بینش سے مخفی نہ ہوگا کہ سوامی دیانند کے ظہور میں آنے سے پیشتر **ہندو قوم کی حالت کیسی ردی اور بدتری** ہو رہی تھی۔ دین کا ٹھکانا نہ مذہب کا پتا۔ وہ بہ مثال بے خبر بھٹکتے پھرتے تھے جہاں جس کا دھرم وید ولنا ستر کا چرچا تھا۔ وہ عوض اس کے کہ ویدوں کا مطالعہ کرتے خود جینی اور بام مارگی بلکہ بیچ مارگی ہو کر سیاہی کا ٹیکا لگا چکے تھے۔ کم عقلی میں کچھ راسخ ہو چکے ..... شراب نوشی وغیرہ خرابیوں میں مبتلا ہو کر گندی حالت میں ہو گئے تھے اور مذہب کی طرف سے سوائے درختوں اور پتھروں سے مرادیں مانگنے کے **اکثرت ازدواج** وغیرہ کے بالکل جانتے ہی نہ تھے۔ دھرم سوائے بیل دھوتی اور روٹی کی چھوت چھات کے دھرم

اور بیوں کی اصلاح | کا نام تک نہ جانتے تھے ......

بنا براں آریہ سماج ایک قومی و مذہبی ریفارمر کی مندرجہ ذیل اصلاحوں کے واسطے ضرورت تھی (۱) ہندو [illegible]



ہندوؤں کا عیسائی اور مسلمان ہو جانا (۷) ویدک دھرم سے بیگانہ تعلقات رکھنا یا پرستش (۸) باہم دھرم کرموں کی مخالفت (۹) ایک دوسرے کے ہاتھ کے کھانے پینے کرنے سے دھرم چلا جانا (۱۰) ریاست کا کرتا بےتمیزی اور قوم کا دھرم کرم سے بےپرواہ ہو جانا (۱۱) سنسکرت ودیا سے لاپرواہ ہو جانا۔ باہم مارگ اور چولی مارگ وغیرہ سے ہو جانا۔ جس کی کچھ حق اس کا دور کرنا ۔ ۔ ۔ جن کے [illegible] کرنے کے لئے سوامی دیانند کا ظہور ہوا۔ کلیات آریہ مسافر صفحہ ۲۰۷۔

سوامی جی کا خیر مقدم

گئے ہاتھوں آریہ مسافر صاحب اسی جگہ یہ بھی بتاتے جاتے ہیں کہ پنڈت دیانند صاحب جیسے ریفارمر کی ہندوؤں نے کیا آؤ بھگت کی۔ چنانچہ لکھتے ہیں اور یہ بھی ایک خاص قاعدہ اور قوم ہے جس کے مطابق مخالفت بھی گھر ہی سے شروع ہوئی۔ زیادہ مخالفت اپنی قوم ہی سے ہوئی۔ اس نامراد قوم کی اصلاح کا جس نے بیڑا اٹھایا اس سے اس نے مخالفت کی۔ دیانند جیسے کو جا پتھر اور اینٹیں ماریں بلکہ سنگسار کیا۔ دیانند علم زہر کا پیالہ پلایا اور سب تمام کیا۔ علم چاہا۔ اسکو دانت میں اور سلا پروا اشد قوم وغیرہ۔ الخ۔ کلیات آریہ مسافر صفحہ ۲۰۷۔

اس سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ

(۱) سوامی دیانند کے نزدیک پرانی جینی مذاہب ویدوں کے خلاف ہیں۔

(۲) جو ویدوں کے خلاف ہے وہ ادھرم ہے۔

(۳) جب سوامی دیانند کا ظہور ہوا اس سے ہزاروں سال پہلے ویدوں کا علم دنیا سے معدوم ہو چکا تھا۔

(۴) بعض دھرم اور سائنس جو پہلے ہند ومت کے حامی تھے۔ انہوں نے نہایت شرمناک تفسیریں ویدوں کی کیں۔

(۵) لوگوں نے ویدوں میں ملاوٹ اور اضافے کر دیں

(۶) اور قریباً تمام اقسام کی برائیاں ہندو قوم میں پیدا ہو کر راسخ ہو چکی تھیں۔

(۷) جن کی اصلاح کے لئے سوامی جی پیدا ہوئے

(۸) مگر سب سے بڑھ کر ہندوؤں نے ہی سوامی جی کی مخالفت کی یہاں تک کہ ماریں کھائیں اور زہر دیکر مار ڈالا

اب کون ذی عقل صاحب ہوش انسان کہہ سکتا ہے کہ آریہ مت وہی ہے جو ہندو مت ہو۔ اگر کوئی آریہ یا ہندو ایسا باطل خیال رکھتا ہو تو وہ غلط ہوگا [illegible] ہندو دھرم کی عزت کا شوشہ ہندو دھرم سمجھا جاتا ہے۔ جس پر آریوں اور ہندوؤں کے سب فرقوں کا جان۔ مال اور کام زور اور علم خرچ ہو رہا ہے۔ آریہ سماج کی نظروں میں وہ ہر کجا قابل نفرت وحقارت ہو۔ کیونکہ مذہب جو جس کے گرو اور اس کے چیلے سب اظہار نفرت کرتے ہیں جسے کوئی بھی انسان قبول نہیں کر سکتا۔

قحان

حقیقت علم ادب و ادیب

ادب کی ابتداء

ادب خاص انسانی جماعت ہی کے لئے مخصوص ہے اس لئے اس کی ابتدا زبان۔ الفاظ۔ حروف۔ واقعات کائنات اور انسان سے وابستہ ہو۔ جہاں یہ نہیں وہاں ادب یا علم ادب بھی مفقود و کالعدم ہے۔ علم ادب مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہے اور انہیں سے اس کی نشوونما بھی ہوتی ہے۔

تخیل۔ تلفظ۔ زبان۔ تصرف۔ توضیح۔ احساس۔ ادراک۔ تمیز۔ سماعت۔ مذاق۔ انتخاب۔ الفاظ۔ ومعانی۔ یکتائی۔ موزونیت۔ خوش آئندگی یہی وہ امور ہیں کہ جن پر علم ادب کی خوشنما عمارت تعمیر کی گئی ہے اور یہی آبشاریں ہیں کہ جن سے علم ادب کا باغ سرسبز وشاداب نظر آتا ہے۔

شروع میں ہر زبان یہ حیثیت نہیں رکھتی تھی جو اس وقت اس کو حاصل ہے مصمما اور ابتدائی حالت تھا کہ رفتہ رفتہ الفاظ نے موجودہ شکلیں اختیار کی ہیں۔ اردو زبان کے دور اول کے شعراء کی تحریروں اور نثر نویسوں کی تصنیفات دیکھنے سے یہ راز طشت از بام ہو جاتا ہے کہ بانفرادات اور الفاظ جو اس وقت صحیح سمجھے جاتے تھے اب متروکات میں شامل ہیں۔ وہ الفاظ جو متروک ہو گئے ہیں یا تو ان کی اصلاح کر دی گئی ہے یا ان کے بجائے دوسرے الفاظ اور محاورات وضع ہو گئے اور ترتیب پا گئے ہیں۔ مختلف زمانوں کی تصنیفات اور تالیفات کے دیکھنے سے یہ عقدہ صاف طور سے کھلتا ہے۔

صرف و نحو کیا ہے؟

صرف وہ علم ہے کہ جس سے اس امر کی شناخت حاصل ہوتی ہے کہ کون سا کلمہ اسم ہے۔ کون سا فعل اور کون سا حرف نیز یہ کہ فعلوں اور اسمائے مشتقہ کی صورتیں کس کس طرح بدلتی ہیں۔ اور ان میں مذکر اور مونث۔ واحد اور جمع اور مخاطب اور حاضر اور متکلم کے لحاظ سے کیونکر تبدیلی ہوتی ہے یعنی ان کے صیغے کس طرح بنتے اور گردانیں کیونکر کی جاتی ہیں۔ اس علم سے غرض یہ ہے کہ انسان صحیح لفظ بولے۔

نحو وہ علم ہے کہ جس میں کلمات کے باہم ملانے اور ان کے باہمی تعلقات کا بیان ہو۔ اس علم سے یہ غرض ہے کہ انسان صحیح کلام بولے اور کلام کی غلطیوں سے محفوظ رہے۔

پس کسی زبان کے ضوابط اور قواعد کا ترتیب دینا اور اسی ترتیب کے مطابق لکھنے والوں اور بولنے والوں کی رہنمائی کرنا معمولی کام نہیں ہے۔ خود اہل زبان بھی غلطی کر سکتے ہیں کہ کسی زبان کی صرف و نحو کا لکھنا دماغ سوزی محنت کا کام ہے۔ مصادر کا جمع کرنا اور ان کی تقسیم کر ترتیب دینا ایک خاص محنت ہے۔ حالانکہ مصنف ایک فصاحت و بلاغت کے قواعد کا وضع کرنا اور ان کا اجرا ہی زبان کو ان سے مانوس کرنا معمولی کام نہیں۔

عروض و قوافی اور شاعرانہ ترکیب کے ساتھ بنہ تھی کی بنیاد ڈالنا ایسی اہم خدمت ہے کہ جس کی ضرورت اور قیمت سے کوئی سمجھدار اور دانا شخص کبھی انکار نہیں کر سکتا۔

رسم الخط

دنیا میں ہر ایک نے اپنی بسیط اور سادہ حالت سے شروع ہوتی ہے۔ اور پھر رفتہ رفتہ ایک زمانہ اس ترکیبی حالت تک پہنچ جاتی ہے۔ یہی حالت کتابت پر گزری۔ ابتدا میں اظہار مافی الضمیر کے لئے چند علامتیں مقرر تھیں جو اظہار شادی و ماتم وغیرہ کے لئے اور کہیں کھینچے اور کسی کی شکایت و شکریہ میں کھینچ کر بھیج دی جاتی تھیں۔ چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت آدم نے حسب ذیل رسم الخط کو ایجاد کیا تھا

ـــہ　ـد　ـحـ　د　ـسد　ھ
ا　ب　ج　د　ہ　و
ـسہ　ـب　٦　د　ح　٢　٨
ز　ح　ط　ی　ک　ل　م
٢　معر　ع　ف　سر　مرو
ن　س　ع　ف　ص　ق　ر
لف　ملا　لا　۱۲　مل　۱۲/۱۹۲۱
ش　ت　ث　خ　ذ　ض　ظ　غ

پھر حضرت سیت نے جو حضرت آدم کے بیٹے تھے اس میں بالکل نئے سرے سے اصلاح کی چونکہ ان کے والد گنہگار ہونے کے سبب سے باغ عدن سے نکالے گئے تھے اس لئے انہوں نے حروف تہجی کی بنیاد اسی واقع پر رکھی۔ چنانچہ۔

ابجد۔ ای ابی وجد فی المعصیت یعنی پدر من کہ آدم بود یافتہ شد در گناہ یعنی گناہ بے اندر وجود آمد۔

ہوز۔ ای تبع ہواہ یعنی پیروی کرد مر ہوای نفسانی خود را۔

حطی۔ ای حط عنہ بالتوبہ والاستغفار یعنی کم کردہ شد گناہ او بتوبہ کردن و استغفار۔

کلمن۔ ای تکلم کلمۃ فتاب علیہ بالقبول والرحمت یعنی کلام کرد بکلمہ پس قبول شد توبۂ او۔

سعفص۔ ای ضاق علیہ الدنیا فاخیص علیہ یعنی تنگ شد بروی دنیا پس ریختہ شد برو۔

قرشت۔ ای اقر بذنبہ فشرف بالکرامت یعنی اقرار کرد گناہ خویش پس شرف بکرامت یافت۔

ثخذ۔ ای اخذ من اللہ قوۃ یعنی گرفت از حق تعالیٰ قوت را۔

ضظغ۔ ای سعد نزع الشیطان بالعزیمت یعنی بند شد از نزع الشیطان بعزیمت اسم کلام الحق۔

رسالہ "دعا پر ایک نظر"

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین ابو العزیز پادری قاضی خیر اللہ صاحب کے رسالہ دعا پر ایک نظر

از قلم گوہر رقم سلطان محمد افغان

اس مختصر تقریظ میں میرا ہرگز یہ ارادہ نہیں ہے کہ میں رسالہ کا خلاصہ اور اس کے اثرات و نتائج پر بحث کروں بلکہ یہاں صرف اس قدر بتلانا چاہتا ہوں کہ مردان خدا کے دعوات بھی اس قابل ہوتی ہیں کہ ورد جان و ورد زبان بنائی جائیں۔ قاضی صاحب کا یہ مختصر مگر جامع و کامل رسالہ اسی زمرہ میں شامل ہے۔ دعا کے معاملہ میں میرا ہمیشہ دستور العمل یہ رہا ہے کہ میں اپنے مقررہ اوقات میں اپنی مادری زبان میں اپنے محبوب حقیقی کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کیا کرتا ہوں اور نیز دعا ہی ربانی کے اور مقتدیان دین کی بنائی دعاؤں کو بھی پڑھتا ہوں اور نہ دوسرے سے ان کی سفارش کرتا ہوں۔ لیکن پادری صاحب کے اس عجیب اور بابرکت رسالہ کو دیکھ کر میں اس کا قائل ہو گیا فی الحقیقت جو اثر سالکان مسلک کی صورت بنائی ہوئی دعاؤں میں ہوتا ہے وہ بہت کم اپنی خود ساختہ دعاؤں میں ہوتا ہے۔ اس کا سبب شاید یہ ہے کہ اکثر عوام کالانعام ہوتے ہیں۔ نہ تو وہ معرفت کے راستے سے واقف ہوتے ہیں اور نہ ان کی عبارت میں ایسی شستگی اور برجستگی ہوتی ہے کہ دل کی تمناؤں کو عالم قدس تک پہنچا کر ان کی قبولیت کی منظوری کرے۔

پادری صاحب موصوف کے نوک قلم اور رسالہ میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں۔ یعنے وہ خود خدا شناسی کے مراحل سے واقف ہیں۔ اور ان کی عبارت نہایت شستہ اور برجستہ ہونے کے ساتھ عجیب طرح کا مقناطیسی اثر رکھتی ہے۔ جو شخص اس کو ایک بار پڑھ لیتا ہے بجز وہ اسکو ورد زبان بنا لیتا ہے۔

جب مطالعہ کرتے ہوئے بندہ اس رسالہ رحیمہ کی دعا نمبر ۲ تک پہنچا جس کا عنوان گناہوں کا اقرار ہے اور خاصکر اس میں یہ کہ ہمارے گناہ شاہ دے تو سیالکوٹ کی کونشن کا منظر آنکھوں کے سامنے آنے لگا۔ اور خود بخود یہ سوال پیدا ہو گیا کہ کیا جو لوگ اس زندگی میں گناہ سے رہائی نہیں مانگتے وہ اس سے خدا کو مانگینگے؟ جن کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا کبھی نہیں مل سکتا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب بندہ سیالکوٹ پہنچا تو کونشن کے منتظمین صاحبان نے یہ خواہش ظاہر کی کہ بندہ بھی ایک قطرہ خون لگا کر شہیدوں میں شامل ہو جائے۔ یعنے کونشن میں وعظ کرے۔ بندہ نے غنیمت ایک مہمان ہونے کے بعد چشم منظور کیا اور چند گھنٹوں کے بعد منبر پر یوحنا کے پہلے خط کی پہلی آیت کے اب جاء پر کہ "وہ گناہ کر ہی نہیں سکتا ہے" سب خوشی کرنے لگا جس کا خلاصہ حسب ذیل تھا۔

(۱) ہر ایک مسیحی کے لئے گناہوں سے پاک صاف ہونا لازمی ہے۔

(۲) کسی انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ اپنے



آپ کو گناہوں سے پاک صاف رکھے۔
(۲) صرف مسیح میں یہ طاقت ہے کہ وہ اپنے سچے اور ایماندار بندوں کو گناہ سے پاک صاف کر سکتا ہے۔
اس وعظ کا یہ اثر ہوا کہ اسی وقت وعظ کے بعد میرے پاس ایک صاحب آکر کہنے لگے کہ جماعت کی یہ خواہش ہے کہ کل بھی آپ ہی وعظ کریں۔ اگر آپ اسکو منظور کریں تو ہم سکریڑی صاحب کی خدمت میں عرض کرینگے۔ لیکن میں نے انکار کیا۔
جب جلسہ برخاست ہوگیا تو ایک صاحب میرے پاس آکر بہت ہی مہربانی سے میرے کندھوں پر ہاتھ رکھکر کہنے لگے کہ کیا آپ کا یہ مقصد تو نہیں ہے کہ ہم اسی دنیا میں گناہوں سے پاک صاف ہو سکتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ میرا یہی ایمان ہے کہ مسیح میں یہ طاقت ہے کہ وہ اسی دنیا میں اپنے ایماندار بندوں کو گناہ سے پاک صاف کرے۔ اس پر آپ نے کہا کہ "یہ ہو نہیں سکتا ہے"۔ میں نے عرض کیا "کیا مسیح میں یہ طاقت نہیں ہے؟" آپ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اور چلے گئے۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے صبح کے جلسہ میں ہمارے مضمون بالا کے برخلاف لکچر دیا اور اثنائے لکچر میں آپ نے فرمایا کہ "جو شخص یہ کہتا ہے کہ پرانی انسانیت بالکل مٹ جاتی ہے یہ سراسر غلط ہے بلکہ پرانی انسانیت زندگی بھر ساتھ ساتھ رہتی ہے"۔ اور اس پر یہ مثال دی کہ "روسی ایمپائر میں یہ دستور تھا کہ مقتول کی لاش کو ایک زنجیر سے باندھ کر قاتل کی کلائی میں باندھ دیتے تھے۔ تاکہ قاتل کو اس سے تکلیف پہنچے۔ اسی طرح پرانی انسانیت انسان کے ساتھ ساتھ رہتی ہے"۔ میں خود اول سے آخر تک اس وعظ میں موجود تھا۔ دل میں تو آیا کہ وہیں کانفرنس میں اس کا دندان شکن جواب دیکر یہ کہوں کہ اگر مسیح میں معاذ اللہ یہ طاقت ہی نہیں کہ اپنے ایماندار بندوں کو گناہوں سے پاک صاف رکھے تو لازماً اُن میں نجات دینے کی بھی طاقت نہیں ہے۔ ایسا مسیح آپکو مبارک رہے۔ لیکن خدا کے فضل اور کانفرنس کی بہتری کی وجہ سے اس خیال سے باز رہا لیکن یہ بالکل سچ ہے کہ اگر میں خود پاک کلام سے واقف نہ ہوتا تو میں ایسے مسیح کو جس میں یہ طاقت ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے ایماندار بندوں کو گناہوں سے رہائی دے اسی وقت دور سے سلام کرتا۔ لیکن ہزار ہزار لاکھ شکر ہے کہ صاحب مذکور کے اس پراگندہ وعظ اور بے سرو پا خیالات سے میرا ایمان اور مضبوط ہوگیا کہ میرا مسیح وہ مسیح ہے جو اپنے لوگوں کو اُن کے گناہوں سے نجات دیگا۔
المختصر میں تمام مسیحی افراد کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ کو سچ مچ دعا سے شوق اور دلچسپی ہو تو ضرور اس رسالہ کو اپنا دستور العمل بنائیے۔ یہ رسالہ پادری صاحب موصوف سے ذیل کے پتہ سے مل سکتا ہے سینٹ جانس ڈوینٹی کالج۔ مشن روڈ۔ لاہور
سلطان

سرکاری اعلان ہے کہ مظفر گڈھ کا سیلاب سے تباہ شدہ علاقہ سرکاری حکام کی امداد سے پھر آباد کیا جا رہا ہے۔ کوٹ سلطان سے روڈ میلہ تک تمام علاقہ آبادی میں اور فصل کے بونے وغیرہ میں خوب ترقی کر رہا ہے۔ محمود کوٹ اور مہد کے درمیان کا علاقہ ہنوز زیر آب ہے۔ جہاں سے پانی نکالنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ سیلاب سے تباہ شدہ علاقہ کو خود چیف انجینیر صاحب بہادر نے خود ملاحظہ فرمایا ہے۔ اٹک کے پانی کی روک تھام کے بند وبست کئے جا رہے ہیں کہ آئندہ کو پھر اس علاقہ کو تباہ نہ کر سکے۔ تمام زمیندار خوش و خرم ہو کر فصل ربیع کی تیاری میں مصروف ہیں۔

خبریں

سکاچ مشن ہائی سکول سیالکوٹ چھاؤنی کا ملاحظہ جناب مس ڈی۔ آر۔ ہیرلوٹ۔ کالونل کمانڈنٹ کیمپ انگ سیالکوٹ برگیڈ ایریا نے ۶ نومبر ۱۹۲۸ء کے روز کیا جمرو بچے سکول کے انتظام کے تسلی بخش ہونے کا اور میڈیکل سکول کی قابلیت کا لڑکوں کی ذہانت و خوشحالی کا اور دیگر اُستادوں کی قابلیت کا نہایت صفائی سے اظہار فرمایا۔

شملہ ۱۰ نومبر۔ ہندوستان میں سنڈے ٹائمز کے اس بیان کے متعلق کہ لارڈ برکن ہیڈ ہندوستان میں آنے کا ارادہ رکھتے ہیں کوئی بھی علم نہیں۔ لہٰذا رپورٹ قابل اعتبار نہیں۔

لنڈن ۸ نومبر۔ ٹائمز کا پولیٹکل نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ امید کی جاتی ہے کہ لارڈ ونسٹرٹن آئندہ نائب وزیر ہند ہونگے۔

لاہور ۱۰ نومبر۔ پنجاب کونسل کے اجلاس میں سردار تارا سنگھ کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے سر جیفرڈ نے کہا کہ گورنمنٹ نے جماعتوں کو خلاف قانون قرار دیا ہوا ہے۔ مگر وہ منکو نہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ کرشن سنہ لیش نامی پرکیٹ کے جو کراچی کے مسلمانوں کو لوٹ اور فساد چاہتے کہ خط ایک بہانہ مل گیا تھا۔ پنڈت ولدفتح چند بی۔ اے ایکٹنگ اسسٹنٹ ایڈیٹر ہیں، راولپنڈی کا پر اسی سلسلہ میں ایک مقدمہ دائر کیا جائیگا۔ (ہندے ماترم)

جب کینیڈا کا اکسپرس جہاز جو راولپنڈی سے ننکانہ صاحب کی طرف جا رہا تھا مسے کے سٹیشن پر پہنچا تو اس کے جتھے دار سردار جنگوان سنگھ صاحب بلا وارنٹ کے بغیر گرفتار کئے گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ گرفتاری ۱۸۱۸ء کے خاص قانون کے ماتحت عمل میں آئی ہو

سکریٹری کو بھی گرفتار کیا گیا ہے۔

اطلاع ملی ہے کہ امرتسر کی پولیس نے کڑہ شیر سنگھ میں ایک مشہور پہلوان صاحب کے مکان پر چھاپہ مار کر کوکین کی کافی مقدار دستیاب کی ہے۔ ملزم پر باقاعدہ مقدمہ چلایا جائیگا۔

امرتسر ۱۱ نومبر۔ پولیس نے سردار گنبھیر سنگھ جبل اور سردار جگت سنگھ امرتسری کو گرفتار کر لیا ہے۔

راولپنڈی ۱۱ نومبر۔ تقریباً ۲ بجے دوپہر حسب ذیل اکالی گرفتار کر لئے گئے ہیں:

سردار دلیپ سنگھ سکریٹری سنگھ سبھا (۲) سردار سرنام سنگھ اسسٹنٹ سکریٹری سنگھ سبھا (۳) سردار کرپال سنگھ ایڈوائیزر (۴) سردار امول سنگھ (۵) سردار کرپال سنگھ (۶) ان گرفتاریوں کی توجیہ کی جاتی ہے سمجھا جاتا ہے کہ یہ گرفتاریاں گجیدی جتھہ کے سلسلہ میں کی گئی ہیں (بندے ماترم)

مدراس کی خبر ہے کہ تلکاٹے ایک سو سال کی سائنس ٹاؤن کے ایک شخص کے اس بطور سے ظاہر ہوا کہ میدان کے ایک صندوق میں سے مبلغ ۲۰۰ روپیہ نکلا پتہ لگنے پر پولیس نے تحقیقات کی اور ملزم کو گرفتار کر لیا۔ روپیہ بھی اس سے وصول ہو گیا ہے۔

دہلی ۱۱ نومبر۔ ملک معظم نے سر [illegible] کو سر [illegible] کی جگہ صوبہجات متوسط کا آئندہ گورنر مقرر کیا۔

معلوم ہوا ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کی ایگزیکٹو کمیٹی کا اجلاس بصدارت مسٹر جناح لکھنؤ میں منعقد ہوگا۔ جس میں ہندو مسلم اتحاد پر غور کرنے کے علاوہ مسلم لیگ کی طرف سے سوراجیہ کا مطالبہ پیش کیا جائیگا (بندے ماترم)

لنڈن ۱۱ نومبر۔ دفتر خارجہ کو چین تک کہ [illegible]

کے حملہ کی کوئی اطلاع نہیں ہوئی۔

یروشلم ۱۱ نومبر۔ ابن سعود نے مسلم سپریم کونسل کو تار دیا ہے کہ میں مکہ جا رہا ہوں۔ تاہم کونسل تو اگر ضرورت دیکھتی ہے کہ وہ اپنا ایک وفد بھیجے جو ابن سعود اور دوسرے ممالک کے نمائندوں کی زائرین کی سہولت کے متعلق قوانین بنانے میں امداد کرے۔

چیفو ۔ ۱۱ نومبر۔ ساحل دریائی قزاق یہاں ایک دخانی کشتی میں آ پہنچا ہے۔ مقامی چینی بنک بند کئے گئے ہیں۔ بیوپاری لشکریوں کے آنے کا سخت اندیشہ ہے تین امریکن تباہ کن جہاز یہاں آ پہنچے ہیں۔

جب مہاتما جی کلکتہ میں گئے تو نمایندہ بنگالی اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مہاتما جی کمرے میں لیٹے تھے بستر کے بیچ دیا کہ مہاتما جی کے کمرے میں کوئی فرنیچر نہ تھا۔ نمایندہ نے بنگالی کے نام پیغام طلب کیا۔ مہاتما جی نے فرمایا۔

"میرے پاس کوئی پیغام نہیں۔ میں کیا کہوں؟ میں سوچ رہا ہوں میں اندھیرے میں روشنی کی تلاش کر رہا ہوں۔"

امرت بازار پتریکا کا ایڈیٹر بھی مہاتما جی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور پیغام طلب کیا۔ مہاتما جی مسکرائے اور انگلی پھیر کر اپنے چرخے کی طرف اشارہ کیا۔ جو تو ایک بڑا اشارہ جس کا مطلب یہ تھا کہ موجودہ وقت میں چرخہ ہی سب سے بڑا [illegible] ہے۔

خبر ہے کہ جیکب آباد سندھ [illegible] ضمانت میں [illegible] گیا ہے۔ (بندے ماترم)

در بھنگا میں [illegible] کی ایک جماعت کی تقریب زیر صدارت مہاراجہ در بھنگا منائی گئی جس میں گفتگو گورنمنٹ کے مسائل پر غور کیا گیا۔ مہاراجہ صاحب نے بعد ازاں تقریر کی [illegible]

رنگون ۔ سرکاری کارروائیوں کا اثر [illegible] ہوگا

[illegible] تکلیں بیج ہو جاتے۔

ریاست حیدرآباد میں ایک نقصان شائع ہوا ہے کہ لاہور کے اخبار ٹریبیون میں ہنگامہ گلبرگہ کے متعلق جو مضمون شائع ہوا ہے اس میں سراسر جھوٹ واقعہ کی اشاعت کی گئی ہے۔ وہ اخبار اس قابل نہیں ہے کہ ممالک محروسہ میں اس کے داخلہ کی اجازت دی جائے۔ لہذا اس کا داخلہ ممنوع قرار دیا جائے۔ اور اس کے متعلق ضروری کارروائی کی جائے (بندے ماترم)

اسی طرح بیہودہ اسکرویل کی۔ انسان کی زندگی کا کچھ حصہ پیشتر ہی خاص امر کے لئے تیار ہوتا ہے۔ اور بعض حالات میں وہ خود مختار ہے جیسا کہ اوپر ظاہر کیا گیا ہے۔۔۔۔

انسان آزاد ہے مگر اس سے یہ مطلب نہیں کہ وہ مذہبی اور اخلاقی زنجیروں کو توڑ کر خونخوار شیر کی مانند پھرے۔ شہوت پرستی اور دنیا کے جاہ و جلال میں معروف ہے۔ اگر یہی تھا تو یہ دلفریب زندگی میں جیسا کہ شکوہ ہوتا بقول کسے

رضائے حق میں کر انجام اپنی زندگانی کا
اٹھا اپنا اگر طالب ہے جیش جاودانی کا

بلکہ خدا نے ہمیں حق و ناحق کی تشخیص کا گر ہر ایک بخشا۔ بعض اشخاص دین اور دنیا دونوں میں زندگی بسر کرنا ہی عین آزادی سمجھتے ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ صاف مطلب ہے کہ گناہ کی مزدوری موت ہے۔ یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اس دنیا میں خدا کی مرضی پر چلنا، سورن کی ہدایات اور پاک فرشتوں کے بموجب اپنا طریق اعمل اختیار کرنا اور مسیح یسوع کی مانند زندگی بسر کرنا ہی عین آزادی ہے اصل میں یہ ہو کہ تیری غلامی آزادی سے بہتر ہے۔ اگر ہم چاہیں کہ دلی اسیر ہو جائیں تو اس بات کا فکر نہ کریں کہ ہم کیا کھائیں گے اور کیا پئیں گے کیونکہ ہمارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ ہم کن چیزوں کے محتاج ہیں۔

اس آزادی کا حاصل کرنا انسان کے ہاتھ میں ہے اول الذکر آزادی سے ہر ایک ذی ہوش انسان پرہیز کریگا۔ کیونکہ کوئی نہیں چاہیگا کہ بطالت و شہوت پرستی اور گناہ میں اپنا سرمایہ حیات برباد کرے۔ اس لئے خدا نے انسان کو فاعل مختار پیدا کیا ہو یعنی حق و ناحق راستی و ناراستی کی تشخیص کرنے کے لئے عقل و فہم عطا کی ہے۔ انسان کو ہر وقت دو طاقتوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ ایک طرف ضمیر اور دوسری جانب اس کے خلاف کی طاقت یعنی شیطان۔ ضمیر کہتی ہے فلاں کام تیرے لئے مضر ہے۔ شیطان کہتا ہے نہیں یہ تیرے لئے بہتر ہے۔ غرضیکہ ضمیر اور شیطان میں تنازع رہتا ہے۔ اس جگہ انسان فاعل مختار ہے جو چاہے کر سکے۔ فرض کرو کہ جو چوری کا ارادہ رکھتا ہے اگر اس نے ضمیر کی نصیحت سنی تو گناہ سے بچ گیا اور اگر شیطان کی چکنی چپڑی باتوں میں آیا تو گناہ و ذلت کے گڑھے میں گر پڑا۔ اس خود مختاری کی نسبت پولس رسول کہتا ہے۔ پس ہر ایک ہم میں سے خدا کو اپنا حساب دیگا۔ (رومیوں ۱۴: ۱۲)۔

ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ ہمارے اندر کوئی شے ہے جو ہمیں ہمارے فرائض سے مطلع کرتی رہتی ہے اور بتلاتی ہے کہ کونسی بات بھلی اور کونسی بری ہے جس کا نام ضمیر یا خدائی قانون ہے۔ اس ضمیر کے ساتھ ایک دوسرا خیال قریبی تعلق رکھتا ہے۔ یعنی قوت ارادی کا پایا جانا اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہماری قوت ارادی آزاد ہے یا مجبور؟ کیا جب ہم کوئی کام کرتے ہیں تو اپنے اختیار سے کرتے ہیں یا ہم اس کے کرنے سے اسی طرح مجبور ہیں جیسے موجودات میں علت و معلول یا سبب و نتیجہ کے تحت قانون قدرت کے مطابق ہوتا ہے۔ اگر سب واقعات کو محض سبب و نتیجہ پر منحصر جانیں تو پھر خدا نہ ضمیر قلبی اور نہ ارادہ۔ اور بالعکس ایسی شے کا وجود قائم و باقی نہیں رہ سکتا جسے اخلاقی ذمہ داری یا اخلاقی جرم کہا جا سکے۔ مگر سچ پوچھو تو یہ بات بے ترتیب کوئی بھلی رہتی ہے نہ بری۔ قرآن شریف میں بھی درج ہے وما خلقنا السموٰت والارض وما بینہما لاعبین (ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کی تمام درمیانی چیزوں کو کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا) انسان اپنے ارادہ میں بااختیار ہے جس کا اسے جواب دینا ہوگا اگرچہ انسان بااختیار ہے تاہم ضمیر قلبی کے تابع ہے (باقی باقی)

راقم پی۔ ایچ بھٹوت

مرزا کا عقیدہ اور محمدی شریعت

اہل اسلام نے عموماً مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروں پر کفر کا فتوے جاری کر دیا تھا اور اس فتوے کے بعد سے مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کو ملحد قرار دیئے گئے۔ ہمیں اس سے سروکار نہیں کہ یہ فتویٰ کہاں تک حق یا باطل ہے۔ لیکن یہ امر واقعی ہے کہ ایسا فتویٰ لگایا گیا۔ شاید مرزائی صاحبان اسے بعض مسلمانوں کے تعصب یا شرع محمدی کی ناعلمی سے منسوب کریں لیکن کابل کی اسلامی سلطنت نے اس فتویٰ کو زندہ رکھ دیا اور اس امر کی تصدیق کر دی کہ فی الحقیقت از روئے شرع محمدی مرزائی عقاید کفر و الحاد میں داخل ہیں چنانچہ دربار کابل کو تین دفعہ اس عقیدہ سے واسطہ پڑا اور تینوں دفعہ وہاں کے محمدی علما نے اس پر کفر ہی کا فتوے صادر کیا جس سے شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتا کہ اسلامی شرع کا یہی تقاضا تھا اور احمدی صاحبان کا بار بار یہ کہنا کہ اسلام میں دیگر مذاہب پر تحمل روا ہیں۔ بلکہ ان کو پوری مذہبی آزادی دی گئی ہے سراسر غلط ثابت ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل بیان کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

قریباً ۲۰ سال کا عرصہ گذرا مرزا غلام احمد قادیانی کے مبلغین و متعلقین میں سے ایک شخص خوست میں نمودار ہوا۔ اس نے وہاں کے لوگوں میں اپنے مذہب کی اشاعت شروع کی۔۔۔۔۔ بڑے بڑے علمانے جو حس خواہی تھے اس کے ساتھ مباحثہ کیا۔۔۔۔ علما نے اس کے عقائد کو عقائد اہل سنت والجماعت کے خلاف قرار دے کے ملحد گردانا اور اس کے قتل کا حکم دیا۔۔۔۔

صاحبزادہ عبد اللطیف مرزا صاحب کا دوسرا مقلد اور مبلغ تھا۔۔۔۔۔ یہ صاحب بھی خوست میں اشاعت دین کرنے لگے۔۔۔ حکومت کابل نے

صاحبزادہ صاحب کو بلوایا۔ اُس کی حسبِ خواہش کے مطابق مباحثہ کے لئے علماء طلب کئے گئے اس وقت پچاس کے قریب عالم درسِ شاہی میں موجود تھے ... آخر کار خاتمہ کے وقت علماء نے متفق البیان ہو کر آپ سے درخواست کی کہ آپ عقیدہ مرزائیہ سے تائب ہو جائیں .... لیکن آپ باز نہ آئے ... لاچار ہو کر اس کی سنگساری کا حکم دیا گیا چنانچہ علماء کی موجودگی میں وہ سنگسار کیا گیا"۔

"میرا شخص نعمت اللہ تھا ..... اس پر بھی محکمہ شرعیہ نے محمد اوہ کا زہر دینے کا حکم دیا اور فیصلہ کیا کہ وہ واجب القتل ہے ..... چنانچہ لوگوں نے پتھر مار کر اس کو قتل کر دیا"

اخبار "امان" افغانستان نے اس فتوے کی تائید میں یہ لکھا:۔

"واضح ہو کہ افغانستان ہزار ہا سالوں سے ایک اسلامی سلطنت چلی آتی ہے اور بادشاہ افغانستان ایسا ہے کہ آج تک اسلامی طریقے پر قائم ہیں عقیدہ قادیانی ایک نیا اور سیاسی عقیدہ ہے۔ اس کا تسلیم کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے"۔

کیا مرزائی صاحبان اب بھی یہ کہتے چلے جائینگے کہ اسلام میں مذہب کی آزادی ہے؟

ج۔ علی بخش

مکہ معظمہ میں وہابیوں نے لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا ارتکاب بالکل نہیں کیا ہے۔ البتہ اتنا ضرور کیا ہے کہ مکہ شریف میں قبا کو اور تمباکو نوشی کے جتنے حقے مل سکے ان سب کو ایک جگہ اکٹھا کر کے جلا ڈالا۔ تمباکو اور حقوں کے جل جانے سے جو شعلے نکلتے تھے وہ عجیب منظر دکھا رہے تھے۔ (اصلاح)

مولانا ظفر علی خاں صاحب مالک و ایڈیٹر اخبار زمیندار ... کے جرم میں ... سال قید بھگت کر جیل سے ...

اُردو ٹریکٹ

کلید پنج گنج۔ یہ حالانہ طرز پر لکھا ہوا کفارہ پر ایک بہت عمدہ ٹریکٹ ہے صفحہ ۲۰ – ۳ پائی۔

خاندانی دعائیں۔ تمام مسیحی ہندوستانی گھرانوں کے لئے دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ ۶ پائی۔

خدا کے دس احکام۔ جو حصے کی معرفت احکام شریعت کی تشریح و تفسیر صفحہ ۱۲ – ۳ پائی

خدا ہمارا باپ۔ اس مضمون پر مسیحی اور محمدی دونوں کی تعلیم و عقیدہ صفحہ ۱۰ – ۳ پائی۔

خداوند کا کلام لازوال ہے۔ مختلف مضامین پر ایک ستائیس صفحہ تفسیح کلام ۔ ۳ پائی۔

خلوتی دعا حقیقت عظمےٰ ہے۔ خلوتی دعا کی اصل تیاری اس کا عمل۔ روحانی حالت کے بعد کی رفتار وغیرہ – ۳ پائی۔

کن معنوں میں قرآن مسیحی کتب مقدسہ کا مصدق و محافظ ہے حصہ اول توریت صفحہ ۴۴ – ۳ پائی حصہ دوم انجیل صفحہ ۴۴ – ۳ پائی حصہ سوم ... – ۳ پائی۔

کیا مسیحی مذہب خدا کی طرف سے ہے کیا مسیح مردوں میں سے جی اُٹھا۔ صفحہ ۱۰ قیمت ۲ پائی

خوشحال کی دوسری انگس مشہور کتاب ہے صرف چند جلدیں باقی ہیں صفحہ ۴۴ – ۱

کیا انجیل منسوخ ہوگئی۔ مسلمانوں کے اس عذر کہ انجیل بدل دی گئی ہے ۔ رد کیا گیا ہے صفحہ قیمت ۳ پائی۔

ملنے کا پتہ

سکریٹری پنجاب رلیجس بک سوسائٹی

انارکلی – لاہور

بیرنگ ہائی سکول بٹالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے جاری ہے اور شہر سے تقریباً ایک میل باہر ایک خوشنما اور صحت افزا مقام پر واقع ہے۔ اس کے متعلق ایک عمدہ بورڈنگ ہاؤس۔ خوشنما اور فراخ کھیل کا میدان لڑکوں کے غسل کے لئے ایک خوش وضع تالاب اور جہاز کے لئے گرجا گھر اور جماعتوں کے لئے موزوں اور کمرے ہیں سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور محنتی تعلیم یافتہ ہیں۔ چند لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجائش ہے۔ لہٰذا مطلع کیا جاتا ہے کہ داخل ہونے والے طلباء جلد درخواستیں بھیجیں۔

المشتہر

پرنسپل بیرنگ ہائی سکول بٹالہ ضلع گورداسپور

یونگ کرسچن ہائی سکول لودھیانہ

یہ یونگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے عرصے سے جاری ہے۔

مشن بورڈ نے ابتدائی جماعتیں علیحدہ کر کے مکمل تیاری ... سے کیم اپریل ۱۹۳۰ء سے حصہ ... کی تین جماعتیں ایک ... خاتون کی زیر نگرانی کر دی ہیں۔ اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہو گیا ہے۔

تمام خرچ خوراک رہائش فی طالب علم ... روپیہ ماہوار ہے ...

کلاسوں میں ... متعلق اخراجات کے لئے ... روپیہ ہوا ہے۔ کتابوں کی قیمت اور ... اس کے علاوہ ہے۔

اس سکول میں ہر قسم کا ... وغیرہ کا ... جاتا ہے ...

مزید حالات پرنسپل صاحب سکول ... دریافت ہو سکتے ہیں۔

یہ اخبار ... صاحب ... نور افشاں ... لاہور کے لئے پنجابی پریس ... میں ... جند صاحب پروپرائیٹر چھپا۔